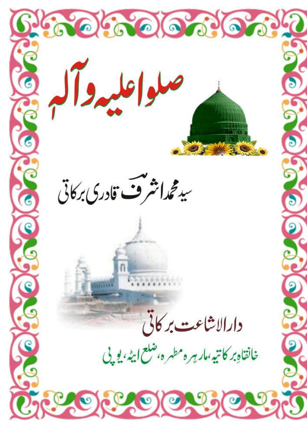


حمدِ باری تعالیٰ

خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں
اسی نے خورشید کو چمک دے کے ساری دنیا کو جگمگایا
اسی نے تاروں کو روشنی دی، فلک کی محراب پر سجایا
اور آسماں کی دلہن کے ماتھے پہ جھومر اک چاند کا لگایا
روپہلے بادل کے آنچلوں سے عروسِ گیتی کا رخ سجایا
زمیں کے سینے پہ سبزہ زاروں کا جس نے بسترِ حسیں لگایا
اسی خدائے جمیل کی بارگاہ میں سر جھکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں
وہ جس نے دریا کو دی روانی، پہاڑ کو جس نے دی صلابت
وہ جس نے نیلے سمندروں کے اتھاہ پانی کو دی ہے وسعت
وہ جس نے ماؤں کو ماما دی، وہ جس نے باپوں کو دی ہے شفقت
وہ جس نے دشمن کو دی عداوت تو دوستوں کو ادائے الفت
امیر کو جس نے دی امارت، غریب کو جس نے دی قناعت
اسی خدائے غنی کی سرکار میں یہ نغمے سنا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

وہ جس نے سرکارِ مصطفٰے کو رسولِ آخر کی شکل بھیجا
سراپا رحمت، وہ پیاری صورت، کسی نے جس کا نہ بھید سمجھا
زمیں پہ جس کو رسول کرکے زمین کا مرتبہ بڑھایا
زمین وہ جس پہ ہے مدینہ کہ جس پہ جنت کو رشک آیا
وہ جس نے میرے رسولِ امّی کو علمِ غارِ حرا سکھایا

اُسی خدائے علیم کی بارگاہ میں سر جھکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

میں شکر کرتا ہوں میرے مالک نے مجھ کو دنیا کی نعمتیں دیں
اسی نے تعریف و حمد کے واسطے مجھے سب عبادتیں دیں
جو مل گیا اس پہ شکر کرنے کی اچھی اچھی یہ عادتیں دیں
نہ مل سکا، اس پہ صبر دے کر یہ ضبط بخشا، قناعتیں دیں
حسین دن آرہے ہیں آگے، اسی نے مجھ کو بشارتیں دیں
نہ خوف کھاؤں، نہ ڈر اٹھاؤں، اسی نے مجھ کو شجاعتیں دیں
میں صاحبِ اقتدار سے کچھ بھی کہدوں، اس نے یہ ہمتیں دیں
اسی نے رحمت کے آسرے پر یہ جرأتیں دیں، وہ جرأتیں دیں
اسی نے سینے میں درد بخشا، اسی نے جینے میں راحتیں دیں

اسی نے مجھ کو نسب دیا ہے، حسب میں اس نے شرافتیں دیں
اسی نے ماں باپ اچھے بخشے اور ان کے ہاتھوں میں شفقتیں دیں
اسی نے بھائی بہن دیئے ہیں اور ان کے سینوں میں چاہتیں دیں
اسی نے استاد اچھے بخشے اور ان کے دل میں عنایتیں دیں
اسی نے لفظوں کا علم بخشا، اسی نے مجھ کو یہ صَنعتیں دیں
اسی نے لکھنے کا فن سکھایا اور اس میں ایسی مہارتیں دیں
کہ پڑھنے والوں نے شہرتیں دیں، ادیب ہونے کی تہمتیں دیں
وہ ایسا قادر کہ اپنی قدرت سے اس قدر مجھ کو نعمتیں دیں

اُسی خدائے قدیر کی بارگاہ میں سر جھکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

اُسی خدا کے بزار میں اب دعا کا سکّہ چلا رہا ہوں
بہن کو، ماں باپ، بھائیوں کو، طویل تر زندگی عطا کر
مسرتوں کے چمکتے سورج کی ان کے گھر روشنی عطا کر
مرے بزرگوں کو، دوستوں کو سکون دے اور خوشی عطا کر
اور ان سبھی کے طفیل میں مجھ کو دولتِ بندگی عطا کر
میں ایک سنسان رات ہوں، اب نصیب میں روشنی عطا کر

رسولِ اکرم کا واسطہ ہے جو مانگتا ہوں وہی عطا کر
سبھی مذاہب کا تو خدا ہے، سبھی کا رب ہے، سبھی کا آقا
تو سارے عالم کو پالتا ہے، تو ہی ہے مالک، تو ہی ہے داتا
رسولِ اعظم کا ربِّ اعلیٰ، تو ربّ کونین، ربِّ کعبہ
میں تجھ سے ''لاتقنطوا'' کا مژدہ کلامِ اعظم میں سن چکا ہوں
میں تیری رحمت پکارتا ہوں، میں تیری رحمت پکارتا ہوں
اُسی بھروسے پہ یہ دعائیں بڑے تیقن سے کر رہا ہوں
تو سارے عالم کے سارے لوگوں کی سب امنگوں کو پورا کردے
جو تجھ سے کچھ مانگنے میں جھجکیں تو ان کی جھولی بھی آج بھر دے
لبِ دعا تشنگی سے تر ہے، مِرے خدا اِس کو سیر کردے
عظیم ہے تو عطا کرے گا، یہ میرا دعویٰ بھی ہے دعا بھی
کریم ہے تو کرم کرے گا، یہ میرا دعویٰ بھی ہے دعا بھی
رحیم ہے ہم پہ رحم ہوگا، یہ میرا دعویٰ بھی ہے دعا بھی
قبولیت کا پیالہ لے کر میں تیرے دربار میں کھڑا ہوں
میں صرف تجھ کو پکارتا ہوں، میں صرف تجھ سے ہی مانگتا ہوں
میں سر جھکائے کھڑا ہوں مالک، میں ربِ اعلیٰ بھی پڑھ رہا ہوں

یہ سر کہیں اور کب جھکا ہے، یہ بات تو بھی تو جانتا ہے
کہ ایسے ویسے کسی کے در پہ یہ تیرا بندہ نہیں کھڑا ہے
یہ تیری بخشش کا منتظر ہے کہ اس کا داتا بہت بڑا ہے
میں ربِ اعلیٰ کی بارگاہِ خبیر میں سر جھکا رہا ہوں
میں ربِ کعبہ کی بارگاہِ کبیر میں سر جھکا رہا ہوں
میں ربِ عالم کی بارگاہِ بصیر میں سر جھکا رہا ہوں
میں ربِ یوسف کی بارگاہِ جمیل میں سر جھکا رہا ہوں
میں ربِ موسیٰ کی بارگاہِ جلیل میں سر جھکا رہا ہوں
میں ربِ احمد کی بارگاہِ حبیب میں سر جھکا رہا ہوں

میں ربِّ اشرفؔ کی بارگاہِ شریف میں سر جھکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

(۱۹۷۸ء)



مقامِ مصطفوی

یہ جو مہر میں ہیں حرارتیں، وہ ترا ظہورِ جلال ہے
یہ جو کہکشاں میں ہے روشنی، وہ ترا غبارِ جمال ہے

وہاں فاصلوں کی زیادتی سے عنایتوں میں کمی نہیں
کوئی دور رہ کے اویسؓ ہے، کوئی پاس رہ کے بلالؓ ہے

رواں ندیاں، رمِ آہواں، زمیں آسماں، نہیں سب جہاں
تری رحمتوں کے طفیل ہیں کہ زوال جن کا محال ہے

ترا روضہ ہے مرے سامنے مگر اپنی شکل دکھاؤں کیا
یہ میں کس مقام پہ آ گیا کہ نہ ہجر ہے نہ وصال ہے

جو عطا پہ روز خطا کرے، جو خطا پہ روز عطا کرے
ترے پاس میری مثال ہے، مرے پاس تیری مثال ہے

دلِ عاشقاں جو نڈھال ہیں، ذرا آپ ان کی سنبھال لیں
یہ کسی کے بوتے کی شے نہیں کہ یہ آپ ہی کا تو مال ہے

وہ خدا کے نور کو دیکھ کر بھی زمین والوں میں آ گئے
سرِ عرش جانا کمال تھا کہ وہاں سے آنا کمال ہے

ذرا سِدرہ والے سے پوچھنا کہ مقامِ مصطفوی ہے کیا
جہاں جبرئیل کے پر جلیں، وہ مقام ایسی مثال ہے
رہِ حق میں سر دیا، جان دی مگر اپنا ہاتھ نہیں دیا
جو حسین ابن علی نے دی، کیا جہاں میں ایسی مثال ہے
مری آرزوئیں بڑھی ہوئیں کہ مدینے جا کے قیام ہو
مرے حوصلوں کا شمار کیا، تری رحمتوں سے سوال ہے
ترے در تلک بھی میں آ گیا، ابھی زندہ ہوں کہ ہوں بے حیا
مگر اپنی جان کا کیا کروں، مری جان مجھ پہ وبال ہے
میں حدودِ طیبہ تک آ گیا، ترے در تلک نہیں آؤنگا
ترے سامنے میرا حال ہے، مرے سامنے یہ سوال ہے
تری یاد دل میں محیط ہے، مجھے اور سمت پتہ نہیں
نہ تو شرق ہے، نہ تو غرب ہے، نہ جنوب ہے، نہ شمال ہے
میں تمہارے نام کی نسبتوں کے سہارے دنیا میں جی گیا
مگر اپنی شکل دکھادو اب، مری عاقبت کا سوال ہے

ارے زار اشرفِ ناتواں، کہاں نعت، تیرا بیاں کہاں
ترا حق تھا تو نے اٹھالیا، یہ رضا کے توشے کا مال ہے

دامن نبی کا

کوہ ودمن میں، دشت وچمن میں کس کا اجالا، میرے نبی کا
شمس وقمر اور جن وبشر سب مانیں اشارا، میرے نبی کا

روزِ قیامت کی سخت زحمت، کیسی مشقت اور کتنی حدت
ایسے میں سب نے کس کو پکارا، دامن سنبھالا میرے نبی کا

ہم ہیں غلامانِ غوثِ اعظم، جن کی ولایت میں سارا عالم
بغداد والا وہ پیر پیارا جو ہے دلارا میرے نبی کا

میمِ مدینہ مارہرہ والی، بائے بریلی بغداد والی
ان دو سے جو بھی الفت رکھے گا، ہے وہ دلارا میرے نبی کا

اجمیرؔ چلیے، مارہرہؔ چلیے، چلیےؔ بریلی، چلیے کچھوچھہؔ
ان ساری نہروں میں بہہ رہا ہے بس ایک دھارا میرے نبی کا

طوفاں کی تیزی، بادِ مخالف، اشرفؔ نہیں ہے اس پر بھی خایف
مرشد نے مجھ کو دکھلا دیا ہے سچا کنارا میرے نبی کا

☆☆☆

وہاں تو حسّان نعت خواں ہیں

(عزیزی محمد اویسؔ رضا قادری کی نذر)

سلام لب پر، خیال دل میں اور اشک آنکھوں میں آ رہے ہیں
حضور کے در پہ جا رہے ہیں تو اس قرینے سے جا رہے ہیں

رسولِ اکرم! زمینِ رب پر کسی طرح ہم نبھا رہے ہیں
جہانِ تاریک میں لہو سے چراغِ الفت جلا رہے ہیں

چراغ تیرا ہے، نور تیرا، لہو بھی تیرا، بدن بھی تیرا
یہ سب تیری ملکیت ہے آقا کہ ہم تو قرضا چکا رہے ہیں

ہم اپنی نفسانیت کے چاکر، تمہارا حق کیا ادا کریں گے
بس اک تمہارا کرم ہے آقا کہ جس پہ تکیہ لگا رہے ہیں

میں دیر میں آسکوں گا آقا، گناہ کی گٹھریاں لدی ہیں
پہ تیری رحمت کے آسرے پر قدم قدم بڑھتے آ رہے ہیں

جنابِ آدمؑ بھی کہہ رہے ہیں مدد کسی اور در پہ مانگو
کلیمؑ و عیسیٰؑ بھی میرے آقا تمہاری جانب ہی آ رہے ہیں
بروزِ محشر تمہارا مجرم تمہارے دامن میں چھپنے آتا
مگر وہاں اولیا جمع ہیں جو صورسن سن کے آ رہے ہیں
میں سخت مایوس ہو چکا تھا کہ غوثِؓ اعظم پکار اٹھے
کہ میرے آقا مِرے مریدوں کو جانے کب سے بلا رہے ہیں
تری غلامی کی دعوے داری تو بادشاہی مقابلہ ہے
کہ بایزیدؒ و جنیدؒ جیسے سفارشیں لے کے آ رہے ہیں
ہمارا دل دار بھی ہے کوئی، کسی کو ہم سے بھی ہے محبت
تمہاری نعتیں سنا سنا کر زمانے بھر کو جتا رہے ہیں
تمہاری سرکارِ والا شاں میں حروفِ اشرفؔ کی آبرو کیا
وہاں تو حسّانؓ نعت خواں ہیں، رضاؔ بھی نغمے سنا رہے ہیں

☆☆☆

مدحتِ نبی ﷺ

نبضِ عالم میں رواں تیری حرارت ہی تو ہے
کہکشاں بھی ترے قدموں کی اشارت ہی تو ہے

آج کانٹے نہیں بکھرے، کہیں بیمار نہ ہو
یہ عیادت مرے آقا کی سخاوت ہی تو ہے

جب جہاں ان کا تو پھر جان کی قیمت کیا ہے
جان دے دیں گے کہ یہ ان کی امانت ہی تو ہے

اے مدینے کے مسافر مرا کچھ حال نہ کہہ
ان سے کچھ کہنا میرے حال کی غیبت ہی تو ہے

*رودِ گنگا کے کنارے یہ دوآبے کا فقیر
آج آیا ہے تو یہ نعت کی برکت ہی تو ہے

---

* یہ نعت رضا اسلامک مشن، بنارس کے سالانہ مشاعرے میں پڑھی گئی۔

بحرِ بنگال بھی ملتا ہے عرب ساگر سے
اس بنارس کو بھی طیبہ سے یہ نسبت ہی تو ہے
ان کے دیدار کو دوڑے تو کچل گئی کوئی شئے
مڑ کے دیکھا تو کہاں اونہہ ارے جنت ہی تو ہے
وہ اویسِؓ قرنی ہوں کہ بلالؓ حبشی
دور و نزدیک سے مولا کی عنایت ہی تو ہے
ان کی پیزاروں کے صدقے میں ملا نعت کا ذوق
کعبؓ و حسانؓ و رضاؓ، تیری جماعت ہی تو ہے
نعت تو مجھ کو وراثت میں ملی ہے اشرفؔ
اُن کی مِدحت میرے اجداد کی عادت ہی تو ہے

☆☆☆

نگارِ نقش ہستی

شرافت کا، سخاوت کا، شجاعت کا، محبت کا
خزانہ ہے مرے سرکار کے گھر ساری دولت کا

جنابِ حضرتِ آدم سے ایں دم تک ذراسوچو
نہیں ہے کون منت کش مِرے آقا کی رحمت کا

جسے مٹی مدینے پاک کی مل جائے بوسے کو
اسے کیا خاک ڈرہوگا کسی دولت، حکومت کا

نگارِ نقشِ ہستی لمحہ بھر میں محو ہوتا ہے
مگر خطِ دوامی ہے مرے آقا کی عظمت کا

برہنہ پاہوں، مت روکو مجھے خارِ مغیلاں میں
نشاں بن جائے گا یہ سرخ رستہ شہرِ الفت کا

جنھیں قربِ الٰہی کی طلب ہے، خوب واقف ہیں
کہ جنت ایک ٹکڑا ہے مرے آقا کی نعمت کا

زمانے بھر کے تخت و تاج اک ٹھوکر میں دے ماروں
اگر سایہ بھی مل جائے مجھے نعلینِ حضرت کا

سبھی برکاتیوں کو غوثِ اعظم یوں پکاریں گے
''گنہ گارو چلو مولا نے در کھولا ہے جنت کا''

حسنؔ کا یہ غلامِ بے نوا اشرفؔ غزل خواں ہے
اسے بھی نعت سے حصہ ملے کچھ اعلیٰ حضرت کا

☆☆☆

جنت اُن کی

جب خدا ان کا تو پھر ساری ہی نعمت ان کی
''آسماں ان کا زمیں ان کی ہے جنت ان کی''

ہم سبھی ساقیٔ بغداد کے دیوانے ہیں
جام ان کا ہے، شراب ان کی ہے، دعوت ان کی

نزع کا وقت، بڑا سخت، کھلے میرا بخت
کاش ایسے میں جو ہوجائے زیارت ان کی

جب نکیرین ڈرائیں گے گناہوں سے مجھے
قبر چمکانے کو آجائے گی طلعت ان کی

حشر کی دھوپ ، قیامت کا سماں، خوفِ خدا
مسکراتی ہوئی آجائے گی رحمت ان کی

درِجنت پہ میں غمگیں تھا کہ رضواںؑ بولے
ہم کو پہلے سے ہی حاصل ہے اجازت ان کی

غار میں یار سے فرمایا اکیلے نہیں ہم
ایک میں، ایک ہو تم، ایک ہے رحمت ان کی

نبی مختارِ کُل ہیں

قلم کو جاوِداں کردیں، سخن کو دائما کردیں
لکھیں نعتِ نبی اور حق غلامی کا اداکردیں

سِواکردیں، بڑھا کر دیں، اُٹھاکر دیں، عطا کردیں
کسی کو خامشی سے دیں، کسی کو برملا کر دیں

بوقتِ نزع دل میں بس انہیں کی یاد باقی ہو
مرے احباب میرے حق میں بس اتنی دعا کردیں

ہمیں نرغے میں لے کر دشمنِ جاں خوب ہنستے ہیں
ہمارے حق میں آقا جلد اپنا فیصلہ کردیں

بہت دھندلے نظر آتے ہیں دور وپاس کے منظر
بصارت بھی نئی دے دیں، دلوں میں بھی جِلا کردیں

کوئی تاثیر وطاقت پھر دعاؤں میں نہیں رہتی
اگر ہم نسبتِ سرکار کو ان سے جدا کردیں

ارے مومن ذرا تو اپنے دل کو ظرف والا کر
تو جب مانگے عطا کردیں، وہ جب چاہیں عطا کردیں

مدینے سے پلٹ کر پھر مدینے کی طرف رخ ہو
کرم ہوجائے آقا کا جو ایسا راستہ کردیں

سراقہؓ پر کرم تھا، جود کی بارش تھی وحشیؓ پر
''نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں''

ہمیں تو وسعتیں درکار ہیں بس اپنے دامن کی
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

زباں سرکار کی گویا وحی، قرآن کہتا ہے
وہی قانون بن جائے نبی جو فیصلہ کردیں

فرشتوں نے مجھے دیکھا تو یوں فرمایا آقا سے
جو دامن میں چھپا ہے پہلے اس کا فیصلہ کردیں

خیالِ حضرت حسّاں سے ہم نعتیں سجاتے ہیں
کمی رہ جائے تو پوری بریلی کے رضؔا کردیں

خطائیں کرنے والا میں، عطائیں کرنے والے تم
مرے آقا مرے حق میں اسے دستور سا کردیں

عطائیں کرنے والے وہ،خطائیں کرنے والا میں
کسی کو کیا شفاعت کی اگر مجھ پر رِدا کردیں

ہم اپنی تنگیِ دامن سے کیوں شاکی رہیں اشرفؔ
وہی دامن میں وسعت دے کے کچھ اس میں عطا کردیں

تمنائے دلِ اشرفؔ بس اتنی ہے سرِ کوثر
جب آقا جامِ کوثر دیں، لبِ اقدس لگا کر دیں

☆☆☆

محبوبِ خدا ﷺ

آقا ہو، مرے شاہ ہو، محبوب خدا ہو
اور پھر مجھے معلوم نہیں اور بھی کیا ہو

سجدے کے لئے سر ترے روضے پہ جھکا ہو
پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے، جو حکمِ خدا ہو

تم معرکۂ دہر کی اک ایسی ادا ہو
یہ چرخ بھی سجدے کرے پر حق نہ ادا ہو

جو تم کو نہ مانے اسے اللہ نہ چاہے
قرآن بتاتا ہے کہ تم کون ہو، کیا ہو

روزے ہوں، نمازیں ہوں، زکاتیں ہوں کہ حج ہوں
سب کام اکارت ہیں اگر تم نہ سراہو

ہم طیبہ کی گلیوں میں کہیں گھوم رہے ہوں
اور قافلہ جاتے میں ہمیں بھول گیا ہو

ہم کون سخن ور تھے جو یہ نعت بھی ہوتی
اور ہوں بھی سخن ور ، تو نہ ہو ، تم جو نہ چاہو

محشر میں بڑا شور ہے اشرفؔ نہیں ملتا
دامن میں چھپا بیٹھا ہوں اب تم ہی نبا ہو

☆☆☆

سرزمین طیبہ

(روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت)

۱۴۲۳ھ

روضے پہ آ گیا ہوں مگر بے قرار ہوں
اے شاہ کیا میں سب سے بڑا گنہ گار ہوں

رخصت کے بعد اشک بچے ہوں تو نذر ہوں
اے سر زمینِ طیبہ ترا قرض دار ہوں

مجبور ہوں کہ دل سوئے سجدہ چلا گیا
زاہد مجھے نہ ٹوک کہ بے اختیار ہوں

جھانکا بقیع میں تو وہ منظر عجیب تھا
میں ہند میں تو ایک تھا، یاں بے شمار ہوں

روضہ بھی سامنے ہے، گناہوں کی فرد بھی
دیکھوں تو کیسے دیکھوں کہ زار وقطار ہوں

اشرؔف یہی ہے منزلِ اصلی حیات کی
اب واپسی کے واسطے کیسے سوار ہوں

طیبہ سے رخصت پر

۱۴۲۳ھ

طیبہ سے ہم نکل رہے ہیں
آنکھوں میں چراغ جل رہے ہیں

سینوں میں دل اچھل رہے ہیں
جذبے مچل مچل رہے ہیں

آنکھوں کے راستے سے اشرفؔ
یاقوت سے کچھ پگھل رہے ہیں

☆☆☆

عرش نشاں

دریائے مہرِ وجود کے آبِ رواں تم ہی تو ہو
دفترِ کائنات کے سرِّ نہاں تم ہی تو ہو

فرش نشیں تم ہی تو ہو، عرش نشاں تم ہی تو ہو
نبیوں پہ روزِ حشر میں سایہ کناں تم ہی تو ہو

روزِ ازل سے کچھ تو ہے جس کے سبب سے آج بھی
سب سے نہاں تم ہی تو ہو، سب پہ عیاں تم ہی تو ہو

لوحِ ازل پہ اولیں، بزم جہاں میں آخری
اسم جسے لکھا گیا، کون ہے؟ ہاں تم ہی تو ہو

فقر کے عجز سے کیا تم نے ہی شاہ کو گدا
خلقِ عظیم و صبر کا سکہ نشاں تم ہی تو ہو

باغِ حجاز کو ملا جس کے قدم سے مرتبہ
دوسرا اور کون ہے؟ سروِ رواں تم ہی تو ہو

غم تمہیں اپنے سونپ کر، تکیہ تم ہی پہ کرلیا
میرے امیں تم ہی تو ہو، میری اماں تم ہی تو ہو

آنکھیں تو سارا رو چکیں جتنا بھی دل کے پاس تھا
اشکِ رواں سے پوچھ لو، دردِ نہاں تم ہی تو ہو

ہم نے قرآنِ پاک سے پایا ہے بس یہی سراغ
وجہِ نشاطِ زندگی، راحتِ جاں تم ہی تو ہو

تم جو نہ تھے تو یہ حیات ایک طویل رات تھی
وجہِ نشاطِ زندگی، راحتِ جاں تم ہی تو ہو

خالقِ کائنات نے کُن جو کہا تو کس لئے
وجہِ سخن تم ہی تو ہو، وجہِ بیاں تم ہی تو ہو

میں ہوں خطا میں بے حساب، تم ہو عطا میں بے شمار
جود وکرم کے نو بہار، میری اماں تم ہی تو ہو

باج گذار ہیں تمام، شاہانِ مصر و روم و شام
کہتے ہیں سارے ہی غلام، شاہ شہاں تم ہی تو ہو

بزمِ رسول پاک میں کس کو ملی قبولیت
آئی صدا وہ خوش نصیب اشرفؔ میاں تم ہی تو ہو

سب جہانوں کی جاں

سرورِ دو جہاں، سب جہانوں کی جاں، آپ کا اک اِشارا بہت ہے ہمیں
جب خدا نے ہمیں آپ کو دے دیا، آپ کا اِک سہارا بہت ہے ہمیں
یہ زمانہ سمندر کی مانند ہے، اس میں صدیوں کی اوقات موجوں سے کم
ہم کو طوفان کا خوف کیا ہو بھلا، آپ کا اِک کنارا بہت ہے ہمیں
قبرِ تاریک کی شب کی پہلی گھڑی، سامنے دو فرشتے مُہیب وجَری
رب ہے اللہ اور دین اسلام ہے، پھر تمہارا نظارا بہت ہے ہمیں
اے شہا! عیب پوشِ گناہ وخطا، خوفِ محشر سے بچنے کا اِک راستا
دامنِ پاک میں چھپ کے دیں گے صدا، آج دامن تمہارا بہت ہے ہمیں
جاکے دروازۂ خُلد پر اُمّتی، بولے رضواں سے آئے ہیں سب جنتی
آج ہم میہماں، مصطفٰے میزباں اور انہوں نے پکارا بہت ہے ہمیں
لب پہ ذکرِ نبی، دل میں عشقِ نبی اور عمل میں تمنائے سِلکِ نبی
زندہ باد اے بریلی کے احمد رضؔا، آپ نے بھی سنوارا بہت ہے ہمیں

نعت کہنے کا حق تو ادا کیا ہوا، صرف اشرؔف کے زخموں کا چرچا ہوا
ایسے زخموں پہ مرہم نہ رکھنا کبھی، درد اِن کا گوارا بہت ہے ہمیں

نواحِ طیبہ

حضور کے در پہ جانے والوں کی آنکھ میں گر ذرا نمی ہے
تو مفتیِ دل سے پوچھ لینا، قبولیت کی سند یہی ہے

ہماری مانگیں بہت زیادہ، مگر یہ دامن نہیں کشادہ
تم ہی سے دامن بھی مانگ لیں گے، تمہارے گھر میں کوئی کمی ہے

میں خالی ہاتھوں کے ساتھ آیا ہوں تا کہ چہرہ چھپا سکوں میں
بس ایک ٹوٹا ہوا سا دل ہے کہ یہ بھی پونجی میں آخری ہے

نواحِ طیبہ کے خار زارو! تمہیں پکاریں کہ تم پکارو
برہنہ پا چل دیئے ہیں یارو! کہ پیاس دونوں طرف لگی ہے

حبیب کم ہیں، نصیب کم ہیں، شقی ہیں اعدا، غنیم زیادہ
وہی بدر والا سجدہ آقا کہ آج امّت وہیں کھڑی ہے

بصارتوں اور بصیرتوں میں جو فرق ہے وہ اویسؔ سمجھے
کبھی نہ آقا کو دیکھا لیکن نگاہِ دل تو وہیں رہی ہے

صحابہ کچھ مضطرب ہوئے تھے، اذان کے بعد آقا بولے
تمہارے شینوں سے بھی زیادہ بلالؔ کی سین سے خوشی ہے

حسب نسب عزّ و جاہ قرباں، بس اپنے دفتر میں نام لکھ لو
جہاں شہنشاہ صدقے جائیں تمہارے در کی وہ چاکری ہے

گناہ کا بوجھ تو بہت تھا جسے میں پہلے سے جانتا تھا
ملائکہ ڈھونڈتے ہیں ڈھونڈیں، تمہارے دامن میں امّتی ہے

نظر جھکائے یہ کون آیا جو آ کے دامن میں چھپ گیا ہے
فرشتے بولے کہ یہ تو مارہرہ والا اشرفؔ ہے، ہاں وہی ہے

☆☆☆

تضمین بر کلامِ
امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ عنہ

ختم ہوتا ہی نہیں، وہ ہے خزانہ تیرا
روز بٹنے پہ بھی گھٹتا نہیں باڑا تیرا
ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں مِلے صدقہ تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
'نہیں' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دہر ہے زیرِ نگیں جس کے وہ قریہ تیرا
منزلیں ڈھونڈتی ہیں جس کو وہ رستہ تیرا
انبیا فیض اٹھاتے ہیں وہ رتبہ تیرا
تارے کھِلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرا تیرا

تجھ کو مالک کہیں، مولا کہیں، آقا جانیں
رحمتِ حق تجھے ہم رحمتِ والا جانیں
ہم زمیں والے ہیں کم عقل، تجھے کیا جانیں
فرش والے تِری شوکت کا عُلو کیاجانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

چاہنے والا نہ اس جیسا، نہ تم جیسا حبیب
تم تو ایسے کے ہومحبوب جو ہے سب کا رقیب
غیریت آئے کہاں سے کہ ہوتم اتنے قریب
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و مُحب میں نہیں میرا تیرا

تیرے بیمار ہیں، کیوں اور مسیحا دیکھیں
تو جب اپنا ہے تو کیوں اور سہارا دیکھیں
تیرے منگتے ہیں کسی اور کا در کیا دیکھیں
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منھ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

رحم کی بھیک دلادے کہ بہت خوار ہوں میں
اے کرم والے کرم ہو کہ خطا وار ہوں میں
لطف کی ایک نظر مجھ پہ کہ بیمار ہوں میں
خوار و بیمار و خطاوار و گنہ گار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

ہاں خبر ہے کہ ہے دوزخ میں اذیّت کتنی
تاب اٹھا پاؤں جہنم کی سو ہمت کتنی
واں کھڑی ہوگی ترے نام پہ امت کتنی
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

تیرے قدموں پہ ہی مٹ جائیں تبھی ہوں گے نہال
جاہ کی ہم کو تمنا ہے، نہ کچھ خواہشِ مال
تیرے منگتے ہیں کریں اور کہاں جاکے سوال
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

تونے ایمان دیا، اپنی حمایت میں لیا
تونے قرآن دیا، اپنی کفالت میں لیا
ہر طرح تو نے ہمیں اپنی عنایت میں لیا
تو نے اسلام دیا اپنی جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

میرے سوکھے ہوئے دھانوں پہ جھڑی کردے، کہ ہے
میری قسمت کے اندھیروں کو جلی کردے، کہ ہے
جو سزائیں مجھے ملنی ہیں، کمی کردے، کہ ہے
میری تقدیر بری ہے تو بھلی کردے، کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

دور سے دیکھ کے جنت نے کیامیرا طواف
حشر کے روز مجھے مل ہی گیا ایسا غلاف
کہ ملائک بھی مجھے ڈھونڈتے ہیں چو اطراف
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

دشمنِ جاں جو مِرے درپئے دَم ہیں وہ چلیں
جتنے ادبار ہیں چھائے ہوئے اب جلد ٹلیں
تیرے ہوتے ہوئے ہم غیر سے امداد نہ لیں
تو جو چاہے تو ابھی میل مِرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

تم سے قرآن ملا اور تم ہی سے ایمان
سب رسولوں کی امامت ملی تم کو ذی شان
سب زمانے کریں اے جان تمہاری گن گان
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

* کس سے خوبی ہو بیاں تیری کہ ہے شانِ رفیع
مرتبہ ایسا ہے تیرا کہ کہیں اس کو وقیع
اک نظر اشرفِ خستہ پہ ہو للہ سمیع
تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مِرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

---

* یہ مقطع حضرت امینِ ملت مدظلہٗ کی عطا ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیراً۔

نذرِ حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لہو کے پھول بدن پر سجا رہے ہیں حسین
گلے پہ تیغ ہے اور مسکرا رہے ہیں حسین
گدازِ قلب کو پھر آزما رہے ہیں حسین
زمینِ سخت پہ خیمہ لگا رہے ہیں حسین
یزیدِ وقت کو شاید ابھی یہ ہوش نہیں
کہ مور چے نہیں، جنگیں جتا رہیں ہیں حسین
''بدن کے نقرئی سکے، لہو کی اشرفیاں''
خزانے ایسے ہیں جن کو لٹا رہے ہیں حسین
محبتوں کی وضع داریاں رہیں روشن
چراغِ خیمہ تبھی تو بجھا رہے ہیں حسین

سہولتیں ہیں کہ اوروں کو حکمِ رخصت ہے
عزیمتوں کی کٹھن رہ پہ جارہے ہیں حسین

*حسینیوں کو مبارک کہ دشتِ کربل میں
نبی کے دین کی شمعیں جلارہے حسین

بدن کے خون کی بارش کی ان کو فکر نہیں
رضا و صبر کے مینھ میں نہارہے ہیں حسین

چلو کہ اشرفؔ خستہ سے منقبت سن لو
زبانِ غیب سے سب کو بلا رہے حسین



* یہ شعر حضرت امینِ ملت مدظلہٗ العالی کی عطا ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیراً

حضور غوث اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غوثِ اعظم بمنِ بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے ، کعبۂ ایماں مددے

ہند میں رہتا ہوں، دل رکھتا ہوں سوئے بغداد
نگۂ لطف اِدھر اے شہ جیلاں مددے

داغِ دل کھول کے دکھلا نہیں سکتا لیکن
نذر میں لایا ہوں اک چاکِ گریباں مددے

پھر بہار آئے تو زنجیر بکف ہو کے پڑھوں
سلسلے والوں میں ہوں اے شہِ پیراں مددے

تیرے دربار کی پیزاروں کا رکھوالا ہوں
اپنے اس منصبِ عالی پہ ہوں نازاں مددے

میں تہی دست ہوں، نذرانۂ سرلایا ہوں
لاج رکھ لے مرے آقائے غلاماں مددے

سارے ولیوں کے سروں پہ قدمِ عالی ہے
ایک ٹھوکر، کہ مرا سر بھی ہو رقصاں مددے

شاہِ حمزہ کی غزل پڑھ کے نواسنج ہوں میں
مہر اشرفؔ پہ ہو اے ماہ درخشاں مددے

☆☆☆

سلطان الہند خواجۂ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بحرِ ظلمات میں تم ایک جزیرا خواجہ
بیچ منجدھار میں تم میرا کنارا خواجہ

میں نے میراث میں پائی ہے غلامی آقا
تیس پشتوں سے میں نوکر ہوں تمہارا خواجہ

والئی ہند یہاں ہند میں مشکل ہے بہت
فضلِ ربّی سے ہو تم میرا سہارا خواجہ

نہ کوئی پہلے سے منصوبہ، نہ دعوت کوئی
تم نے اجمیر مجھے خوب بلایا خواجہ

ہند میں آپ ہیں سوغاتِ رسولِ عربی
ہر طرف ابرِ کرم آپ کا چھایا خواؔجہ

آرزو ہے کہ میں پھر چاند رجب کا دیکھوں
پھر بلانے کا کروں تم سے تقاضا خواؔجہ

اشرؔف قادری بے زور ہے، بے زعم نہیں
غوثؔ کا ہوں تو تمہارا ہوں، تمہاراخواؔجہ

☆☆☆

عرسِ قاسمی شریف

(سن ۱۴۱۹ھ، مطابق سن ۱۹۹۸ء)

روحِ طریقت شاہ برکت ،علمِ شریعت اعلیٰ حضرت
لوٹنے والولوٹ لو آ کر مارہرہ میں دُہری جنت

پیر کے ہاتھوں غوثِ اعظم، غوث کے ہاتھوں سرورِ عالم
کتنی سیدھی، کیسی سچی ہم لوگوں نے پائی نسبت

میمِ مارہرہ نے پائی میمِ مدینہ سے وہ نسبت
چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن سارے جہاں میں پائی شہرت

دنیاوی حاکم سے نہ ڈرنا، ساداتِ زیدی کی روایت
اسی لیے جوتے کی ٹھوکر پر یہ سیاست، شہرت و دولت

دنیا کی سرکاریں ساری آتی جاتی مایا ہیں
اپنے تو سرکارِ مدینہ، سارے جہاں پر جن کی حکومت

عرس کا یہ روحانی عالم، منظر منظر، گلشن گلشن
کیسی جم کر برس رہی ہے راحت و رحمت، الفت و برکت

خرقہ پوشی کی شب کا یہ منظر جیسے نور و نکہت
شاہِ امیںؔ کا چہرا دیکھو، برس رہی ہے کیسی طلعت

برکاتی مے خانے کا در کھول رکھا ہے، جتنی پی لو
ساقی سخی ہے، مے بھی بہت ہے، نہ کوئی حسرت، نہ کوئی قِلّت

مسلکِ اعلیٰ حضرت پر تم ڈٹ کر رہنا، ہٹ مت جانا
وقتِ رحلت حسنؔ میاں نے ہم سب کو یہ کی تھی وصیت

شعر سناؤں میں تم کو اور تم مجھ کو سبحان اللہ
اشرفؔ کو دارین میں واللہ کافی ہے بس اتنی اجرت

☆☆☆

فیضانِ مارہرہ

عجب ہے رنگِ مارہرہ، عجب ہے شانِ مارہرہ
ہے عشقِ سرورِ عالم فقط پہچانِ مارہرہ

حضورِ کالپی سے صاحب البرکاتؒ کو میرے
حضورِ غوثؒ نے بنوادیا سلطانِ مارہرہ

وہ جن کو آسمانِ اتقا کا مہر ومہ کہیئے
شہِ آلِ محمدؒ عابدِ ذی شانِ مارہرہ

منور ہے ابھی تک شمسِؒ مارہرہ کی کرنوں سے
نشانِ قادریت یعنی یہ ایوانِ مارہرہ

چمن آلِ رسولِ پاک کا جن سے معطر ہے
وہ نوریؒ ہیں جنہیں کہیئے گل و ریحانِ مارہرہ

حسنؔ کے ہاتھ سے قاسمؔ میاں کا ہاتھ پایا ہے
مِلا ہے دستِ قاسمؔ سے ہمیں فیضانِ مارہرہ

گلاب ونسترن حضرت امیںؔ، افضلؔ، نجیب حیدر
یونہی مہکا کرے یارب مرا بستانِ مارہرہ

سلوک ومعرفت کی ہے امانت ان کے سینے میں
کہ ہیں حضرت امیںؔ سجادۂ ذی شانِ مارہرہ

امیںؔ با صفا مسند نشیں ہیں عرس قاسم میں
بڑھا ہے ان کے دم سے کس قدر عرفانِ مارہرہ

جنہیں دولت کی خواہش ہے، انہیں دولت مبارک ہو
ق مگر ابنِ حسنؔ سے اب سنو اعلانِ مارہرہ

اگر تم نقدِ دل لاؤ تو ہم بکنے پہ راضی ہیں
ہمیں بازارِ مارہرہ، ہمیں سامانِ مارہرہ

طریقت کی غذائیں کھاؤ گے افطار میں اشرفؔ
تو پھر تو عید سے بڑھ کر ہوا رمضانِ مارہرہ

☆☆☆

جمالِ احمد نوری

(سراج السالکین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ)

کمالِ احمدِ نوری، جمالِ احمدِ نوری
''نہیں ملتی زمانے میں مثالِ احمدِ نوری''

جنونِ عشق تیری خیر، پھر دل ہی نہیں ملتا
کہ جب بھی دل کو آجائے خیالِ احمدِ نوری

بہم ہوجائیں آپس میں تو اِک گلشن کی صورت ہو
ہمارا سینۂ صحرا، غزالِ احمدِ نوری

مہ واختر بنا کر اپنی قسمت جگمگا لیں گے
ہمیں مل جائے گر خاکِ نِعالِ احمدِ نوری

سپہرِ معرفت پر ان کے مہرو ماہ روشن ہیں
زمیں ہرگز نہ دیکھے گی زوالِ احمدِ نوری

رہِ عرفاں میں جب اسپِ خودی دم توڑ دیتا ہے
تو کام آتا ہے ایسے میں خیالِ احمدِ نوری

ہمارے قلب سے لے کر ہماری قبر تک یارو
ہمارے ساتھ رہتا ہے جمالِ احمدِ نوری

سفید وسرخ رنگت، سرو قامت، لالہ رخسارے
ہمارے دل میں بستا ہے جمالِ احمدِ نوری

قیامت میں یہ کس کی قیمتی قامت کا سایہ ہے
لبِ رحمت نے فرمایا، جمالِ احمدِ نوری

چلے کیسی بھی اشرفؔ غیب سے بادِ خزاں لیکن
پھلا پھولا رہے یارب نہالِ احمدِ نوری

☆☆☆

حضور صاحبِ نور

(سراج العرفا حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تحریر سے سِوا ہے کلامِ ابوالحسین
صبحوں سے باج لیتی ہے شامِ ابوالحسین

اے گردشِ زمانہ مجھے چھیڑنا نہیں
میرے قدم ہیں سوئے مقامِ ابوالحسین

صبرو رضا کا جام چھلکتا ہے آج بھی
جامِ حسین ہی تو ہے جامِ ابوالحسین

اُس اصل تیغِ نور کا پھر پوچھنا ہی کیا
شمشیرِ برہنہ ہے نیامِ ابوالحسین

اب بھی مہک رہی ہے فضا اُس دیار کی
جس جس جگہ رہا ہے قیامِ ابوالحسین

منصب تو کیاہے اس پہ میں شاہی نثار دوں
سب جانتے ہیں میں ہوں غلامِ ابوالحسین

تاجوں سے کھیلتے ہیں فقیری بساط پر
شاہوں سے کیا دبیں گے غلامِ ابوالحسین

اپنا یہ تجربہ ہے بلا آکے ٹل گئی
مشکل میں جب بھی لے لیا نامِ ابوالحسین

نورِ محمدی سے ابھی تک ہے مستقل
کتنے کمال کا ہے نظامِ ابوالحسین

غیروں کے میکدوں میں تلاطم مچا گیا
گردش میں جب بھی آ گیا جامِ ابو الحسین

جو بندھ گیا وہ نار سے آزاد ہوگیا
ہیروں کے مول بکتا ہے دامِ ابوالحسین

قاسم میاں کا دامن

(مُجدِّدِ برکاتیت حضرت ابوالقاسم الحاج حافظ سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہٗ)

چہرہ چمک رہا ہے اور دل مچل رہا ہے
قاسمؔ میاں کا دامن ہاتھوں میں آ گیا ہے

شہرہ بہت سنا تھا اب دیکھ بھی لیا ہے
''قاسمؔ میاں کے در پر میلہ لگا ہوا ہے''

''کانوں میں آ رہے ہیں اذکارِ شاہِ قاسم''
پھر دل مچل رہا ہے، پھر عرس آ گیا ہے

سیّدؔ نے اور حسنؔ نے سینچا ہے اپنے خوں سے
گلزارِ شاہِ برکتؔ یونہی نہیں کھلا ہے

بغدادی مے کدہ ہے اور چشتیت کا خم ہے

مرشد امیؔنِ ملت ساغر لٹارہا ہے

حضرت حسؔن میاں کی یادوں کے آئینے میں

پھر عرسِ قاسمی کا چہرا دمک رہا ہے

مرشد کا فیض پاکر یہ منقبت ہوئی ہے

قاسؔم میاں کے در کا یہ بھی توفائدہ ہے

فیضِ رضؔا سے اشرؔف کچھ بات بن گئی ہے

اس منقبت میں ورنہ دیکھو تو کیا رکھا ہے

☆☆☆

مجددِ برکاتیت کا عرس

(مُجدّ دِ برکاتیت حضرت ابوالقاسم الحاج حافظ سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہٗ)

فطرت میں ان کی چارہ گری انتہا کی ہے
تاثیر ان کے کوچے میں خاکِ شفا کی ہے
دیکھو اڑا کے نکہتِ بغداد لائی ہے
کچھ آج بدلی بدلی سی صورت ہوا کی ہے
اک نور ہے مجدّدِ برکاتیت کا عرس
یہ روشنی تو شادیِ قاسم پیا کی ہے
حُبِّ نبی کے ساتھ شریعت کا پاس ہے
اِن مجلسوں پہ خاص یہ رحمت خدا کی ہے

حضرت حسنؑ کا نام لیا، منقبت لکھی
شعروں میں میرے خوشبو اُسی خوش ادا کی ہے

یوں تین دن کے واسطے گھر چھوڑتا ہے کون
سچ پوچھئے تو بات خلوص و وفا کی ہے

سب عالموں کے تاج جو تھے، میرے پیر تھے
مسلک میں چاشنی اسی شیریں نوا کی ہے

سید حسنؑ کے بعد ہیں سجادے پر امینؑ
اور ان کے دم قدم سے ہی رونق فضا کی ہے

سیّد نجیب کتنے ہیں خوش کام و خوش مزاج
اور ہاتھ میں کشادگی شاہِ سخا کی ہے

ہر سال بڑھتا جاتا ہے اشرفؔ جنونِ شوق
یہ جشنِ عرس قاسمی رحمت خدا کی ہے

☆☆☆

گلزارِ شاہِ قاسم

(مُجدِّدِ برکاتیت حضرت ابوالقاسم الحاج حافظ سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہٗ)

سب اُس سے ڈر رہے ہیں، سب اُس پہ جی رہے ہیں
انکارِ شاہِ قاسم، اقرارِ شاہِ قاسم

سب چومتے ہیں آ کر دستِ امینِ ملت
خوشبو لٹا رہا ہے عطارِ شاہِ قاسم

بّبا میاں سے لے کر حضرت حسن میاں تک
پھولا پھلا رہا ہے گلزارِ شاہِ قاسم

افضل میاں، امین و سید نجیب حیدر
پھولا پھلا رہے گا گلزارِ شاہِ قاسم

اچھے ہوئے پہ جانے کیا رنگ ہوگا اس کا
مردے جِلا رہاہے بیمارِ شاہِ قاسم

برکاتیت میں جس نے اک تازہ روح پھونکی
وہ مردِ خانداں تھا سرکارِ شاہِ قاسم

☆☆☆

آستانۂ محمد میاں

(تاج العلما، سراج العرفا پیرومرشد سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہٗ)

یہ در ، یہ آستانہ محمد میاںؔ کا ہے
برکت کا یہ گھرانہ محمد میاںؔ کا ہے

راہِ خدا پہ چلنے کا ہے فیضِ دائمی
ہر وقت ، ہر زمانہ محمد میاںؔ کا ہے

نوریؔ کے نور سے وہ منوّر تھے سر بسر
قاسم کا سب خزانہ محمد میاںؔ کا ہے

صادقؔ میاں کے صدق سے سرشار تھی حیات
برکت کا آشیانہ محمد میاںؔ کا ہے

حاضر ہوئے تو دامنِ خالی کو بھر لیا
یہ لطفِ غائبانہ محمد میاںؔ کا ہے

پروانے تو ہزاروں ہیں اُس شمع نور کے
اشرفؔ بھی اک دِوانہ محمد میاںؔ کا ہے

☆☆☆

فیض کا دریا

(منقبت فی شانِ ارکانِ ثلاثہ، خانوادۂ برکات)

دیدۂ چشم تحیر نے کرشمہ دیکھا
''ہم نے مارہرہ میں طیبہ کا اجالا دیکھا''

ایسی حیرت بھی نہیں ہے ، اگر ایسا دیکھا
بیشتر خلف کو اسلاف ہی جیسا دیکھا

تاؔجِ علما کی کرامت تھی تصلب فی الدیں
اور اسی فیض کا اخلاف میں دریا دیکھا

انفرادیّتِ تاؔج العلما ایسی تھی
اعلیٰؔ حضرت کو بھی کرتے ہوئے چرچا دیکھا

ہم نے سیّدؔ میاں دیکھے ہیں تو ہم سے پوچھو
ان کو کس حال میں کس رنگ میں کیا کیا دیکھا

حجرۂ اچھےؔ میاں میں انہیں دو لہا پایا
جب قیادت کا سوال آیا تو یکتا دیکھا

ان گنہگار نگاہوں نے بہت کچھ دیکھا
بس تلافی ہے تو یہ ہے کہ حسنؔ سا دیکھا

گریۂ نیم شبی ، اشکوں کے تاروں کا طلوع
صبح دم مہرِ ولایت کا عمامہ دیکھا

یادِ سرکار کے جلوؤں کا عجب منظر تھا
ہم نے اشرفؔ کو بھری بزم میں تنہا دیکھا

☆☆☆

ساقیِ برکات

(لوحِ مزارِ مقدس)

(مرشدِ اعظم ہند سراج الاصفیا احسن العلما حضرت سید شاہ مصطفٰے حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان)

اے کہ تیری فکر سے پرُ نور ہیں سب کے دماغ
اے کہ تیری یاد سے روشن ہیں سینوں کے چراغ

حافظ و قاری و عالم، صوفی و واعظ امام
کیا مہکتے پھول رکھتا تھا تری ہستی کا باغ

تو تھا شانِ قادریت، امتیازِ سُنیت
ساقیِ برکات تونے بھر کے بانٹے تھے ایاغ

ہندوپاک و یورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ

لوگ تو باتوں سے دیتے ہیں بزرگوں کی خبر
تیری نظروں سے ملاکرتا تھا اگلوں کا سراغ

آبروئے خاندانِ موتمِ اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ

تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ ، کو بہ کو
دینے والے نے ترے ہاتھوں کو بخشا تھا فراغ

مصطفیٰ حیدؔر حسنؔ جنت میں ہیں، ایمان ہے
نام کے اجزائے پاکی سے یہی پایا سراغ

ماہِ غوثؔ پاک کی سب سے منور رات تھی
جب جہانِ خاک کی بندش سے پایا تھا سراغ

سوئے جنت جا چکے ہیں سیدی مغفور آہ (۱۴۱۶ھ)
اشرفؔ مغموم نے قرآں سے پایا ہے سراغ

☆☆☆

سیدِ مارہرہ

(حضور سراج الاولیا سید العلما سید شاہ آلِ مصطفٰے سید میاں مارہروی قدس سرہٗ)

وہ جُدا ہم سے ہوئے رب کی مشیت اور تھی
ورنہ ہم کو ان کے جینے کی ضرورت اور تھی

وقتِ آخر بھی رسولِ پاک پر قربان تھے
دل کی حالت جو بھی ہو جذبوں کی صورت اور تھی

دنیوی جاہ و حشم کا رعب مانا ہی نہیں
اس گرامی ذات میں تقوے کی طاقت اور تھی

مہ رخاں ، انجم جبیناں ، مہر شکلاں ہیں بہت
پر ہمارے دل کی پوچھو، اُن کی صورت اور تھی

دانت موتی ، ہونٹ مرجاں ، آنکھ ہیرے کی کنی
دیکھنے والوں نے دیکھا ان کی صورت اور تھی

لفظ، لہجہ ، فکر، مضموں اور صدا کا زیروبم
سیدِ مارہرہ کی شانِ خطابت اور تھی

لفظ ان کی لب سے نکلے اور دل میں جابسے
ان کا لہجہ اور تھا باتوں کی لذت اور تھی

درہم و دینار سے رغبت انہیں تھی ہی نہیں
اُس فقیرِ بے ریا کے دل کی دولت اور تھی

پیر، مفتی اور مقرر ہم نے دیکھے ہیں مگر
سید آل مصطفےٰ کی شانِ عظمت اور تھی

حضرتِ نوری میاں کے نور کے فیضان سے
دین وعلم دیں کے تئیں اُس دل میں حدت اور تھی

حق تو یہ ہے تاجِ علماء کے تصلب کے طفیل
ہر برے مذہب سے ان کے دل میں شدت اور تھی

سادگی میں بانکپن تھا، بانکپن میں سادگی
کتنے ہی مجمع میں دیکھو ان کی صورت اور تھی

اتحادِ اہل سنت کے لیے قربان تھے
اُس حیاتِ پاک میں سنی جماعت اور تھی

یوں تو سارے بھائی بہنوں سے انہیں الفت رہی
میرے والد کے لیے ان کی محبت اور تھی

یوں تو سب پر ہی کرم تھا اس پیاری ذات کا
اشرفِؔ خستہ پہ لیکن ان کی شفقت اور تھی

☆☆☆

عرسِ سید العلما

(علیہ الرحمۃ والرضوان)

برکاتیت کی شمع کے پروانے آگئے
سید میاںؔ کے عرس میں دیوانے آگئے
مارہرہ کے فقیر نے بانٹا ہے ایسا فیض
اپنے تو خیر اپنے ہیں ، بیگانے آگئے

☆☆☆

سیدِ مارہروی

(بڑے ابّا سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی نذر)

پہلے پہنچے روحِ پر تقدیس کو میرا سلام
جن کی تھی تقریر لونڈی، تھا سخن جِن کا غلام

وہ زبانِ دل نشیں اور وہ بیانِ دل پسند
جیسے لوگوں کی سماعت میں گھلی جاتی تھی قند

شاعری فطرت میں ان کی، فلسفہ ان کا مزاج
علم کے ماہر تھے کیونکہ علم تھا گھر کا رواج

لطف کا انداز ان کا اور محبت کا اثر
یاد آجائے ہے جب بھی کٹنے لگتا ہے جگر

وہ عنایت ، وہ محبت ، وہ نہایت سادگی
خاکساری کا وہ عالم ، وہ سراسر عاجزی

آپ دنیا چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہوگئے
کچھ ہماری سوچتے، ہم بے سہارے ہوگئے
ان کلیجوں کی تو پوچھو جو دہل کر رہ گئے
ہم مگر کرتے بھی کیا بس ہاتھ مل کر رہ گئے
جن سے تھی پر لطف محفل ، گم ہوئی وہ شخصیت
صبر تھا قسمت میں اپنی ، بس خدا کی مصلحت
روئیں گے ہم لوگ برسوں جب بھی تو آئے گا یاد
سیدِ مارہروی تو زندہ باد و زندہ باد

☆☆☆

یادِ سیدِ مارہرہ

(حضور سید العلما سید شاہ آلِ مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ)

نگاہِ چشمِ تصور نے لی ہے انگڑائی
کہ یادِ سید مارہرہ بے طرح آئی

کسی کے چہرۂ زیبا کی جلوہ آرائی
ریاضِ روح سے خوشبو گلاب کی آئی

ہماری آنکھ ہے اس شکل کی تمنائی
کہ جس کے جلوے سے بڑھتی ہے دل کی بینائی

ہمارے نخلِ تمنا پہ پھر ثمر آیا
کہ ان کی یاد کی چلنے لگی ہے پرُوائی

خطیب و حافظ وعالم، طبیبِ روح وبدن
اس ایک ذات میں کتنے ہنر کی سنوائی

جمال دیکھا تو پہروں انہیں کو تکتے رہے
جلال دیکھا تو پھر آنکھ ہی نہ اُٹھ پائی

خطاب ایسا کہ چاہیں تو شب کو صبح کر یں
خموش ہوویں تو عالم میں جیسے تنہائی

کسی کو ہاتھ سے نسخہ علاج کا لکھا
کسی کو صرف تبسم سے دی مسیحائی

وہ اپنے حجرۂ کم جا میں خوش رہے واللہ
وہی تھا قصر بھی ان کا ، وہی تھی انگنائی

شفا شریف تھی رحلت کے وقت سینے پر
اسی سے جانچ لو ایمان کی توانائی

قرآن سینے کے اندر ، حدیث سینے پر
وفات آئی توکس اہتمام سے آئی

جنابِ سید العلما و احسن العلما
مثال دیتے ہیں سب، ہوں تو ایسے ہوں بھائی

حسنؔ سے ان کی محبت کا ایسا عالم تھا
کہ درد اِن کے اٹھے ، آنکھ اُن کی بھر آئی

نظر میں پھر گئی شکلِ جمیل سیّد کی
ردائے قبر کسی نے ذرا جو سرکائی

ہزار زیست کے غم تھے ، میں شعر کیا کہتا
کرم تھا ا ن کا جو یہ منقبت بھی لکھ پائی

کرم خدا کا اور اس کے رسول کا صدقہ
کہ آج عرس میں بارش بھی خوب برسائی

ابھی بھی یاد ہے اشرفؔ کرم کا وہ منظر
خلیفہ کر کے مٹھائی بھی خود ہی منگوائی

☆☆☆

سید میاں

(سراج الاولیا حضور سید العلما سید آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہٗ)

علم ودانش کا وہ بحرِ بے کراں جاتا رہا
فخرِ ملت، نازشِ ہندوستاں جاتا رہا

کس قدر ادنیٰ ہے ان کے واسطے تشبیہِ گل
حق تو یہ ہے گلستاں کا گلستاں جاتا رہا

وہ زبانِ دلنشیں اوروہ بیانِ دل پسند
اس بھری محفل سے کیسا خوش بیاں جاتا رہا

جس کے دم سے تھیں بہاریں،خوشبوئیں پھولوں میں تھیں
سُنیت کے باغ کا وہ باغباں جاتا رہا

کتنی چھوٹی بات ہے گر پھول سے تشبیہ دوں
حق تو یہ ہے گلستاں کا گلستاں جاتا رہا
موت العالِم موت العالَم اک حقیقت ہے کُھلی
برملا ہم کہہ رہے ہیں اک جہاں جاتا رہا
ایک چوتھائی صدی تک قوم کا والی رہا
اب تو صدیوں غم کرو سیّد میاں جاتا رہا
اب نہیں اشرؔف کے ہاتھوں میں وہ طاقت کیا لکھے
سانحہ کیسا ہوا زورِ بیاں جاتا رہا
(۱۹۷۵ء)

☆☆☆

سراپا میرے حَسَن کا

(سراج الاصفیا، احسن العلما سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری قدس سرہٗ)

آنکھوں کا جادو، باتوں کی خوشبو، اعلیٰ دماغی، سادہ مزاجی
یہ ہے سراپا میرے حسؔن کا، یادوں سے جن کی دل ہے گلابی

چندا سا چہرہ، تاروں سی آنکھیں، سونے کا لہجہ، زم زم سی باتیں
جس نے بھی دیکھا دل کی نظر سے، مٹ گئی دل کی ساری خرابی

آسانیوں میں شاکر رہے وہ، مشکل میں ہردم صابر رہے وہ
حکمِ خدا پہ عامل رہے وہ، رب کی رضا میں مرضی مِلا دی

ہم نے جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا، اک فرد ایسا فطرت تھی جس کی
سارے عزیزوں کی خیر خواہی، سارے مریدوں کی غم گساری

ریشم کی ڈوری بغداد والی، بے غم ہوا وہ جس کے بھی باندھی
حاجؔی میاں کی گدی سجا دی، نورؔی علم کی قیمت بڑھا دی

احمد رضاؔ سے تھی ایسی الفت، فرمارہے تھے وہ وقتِ رحلت
ان کا نہیں جو، اپنا نہیں وہ، سارے جہاں میں کردو منادی

برکاتی دیپک یوں جگمگایا، سرحد کہاں کی، پہرا کہاں کا
امریکہؔ، یورپؔ اور ایشیاؔ سے زمبابوےؔ اور وہ ملکِ ملاویؔ

روشن جبیں تھے، ماہِ مبیں تھے، ہاتھوں میں برکت، نورانی صورت
وہ جانشینِ برکاتؔ بھی تھے، وہ جانشینِ نوریؔ میاں بھی

معمورۂ دل گلزار ہوجا، یادِ حسنؔ کی پروا چلی ہے
پرُوا بھی کچھ ایسی بھینی بھینی، موسم کی ساری کلفت مٹادی

پرُوا ہمارے یادوں کے زخموں کو چھیڑتی ہے، بھاتی ہے ہم کو
یادوں کی کھڑکی سے ہم نے اشرفؔ اب کے جنوں میں کنڈی گرادی

☆☆☆

وہ مہربان نگاہیں

(حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کی یاد میں)

وہ آسمان صفت استعارۂ وسعت
وہ گلستان صفت استعارۂ فرحت
وہ خاندان صفت استعارۂ الفت
وہ سائبان صفت استعارۂ شفقت

یہ سارے لفظ حقیقت ہیں ، شاعری نہ کہو
یہ میرے دل کی صدائیں ہیں ، ساحری نہ کہو

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ ، کھڑی ناک، سروی قامت
نشانِ سجدہ تھا ماتھے پہ بدر کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت

وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر
کہ جیسے مہر نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

اکیلے میں میرے رہتا ہے جیسے ساتھ کوئی
میں سونے لیٹوں تو رکھتا ہے سر پہ ہاتھ کوئی

ذرا سا ان کے تصور کو دوں ثبات کوئی
معاً یہ لگتا ہے کرتا ہے جیسے بات کوئی
تصورات کے سائے بہت گھنیرے ہیں
تمہاری یاد کے سارے خزانے میرے ہیں
قرآن پاک و حدیث وفقہ کے تھے غماز
سلیس و سادہ زباں، نرم نرم سا انداز
نپے تلے ہوئے جملے تھے اور بلند آواز
بغیر باجوں کے بجتا تھا جیسے کوئی ساز
بیان کرتے تھے جس دم نبی کے منبر پر
پرندے بیٹھے ہوں جیسے سبھی کے شانوں پر
عزیز اور مریدوں کا دھیان رکھتے تھے
سبھی کا پاس بصد عزو شان رکھتے تھے
کچھ اس قدروہ سبھی کا دھیان رکھتے تھے
ہمیں چہیتے ہیں، سب یہ گمان رکھتے تھے
شفیق ہاتھوں کے سرپر ابھی بھی احساں ہیں
وہ مہربان نگاہیں ابھی بھی نگراں ہیں

☆☆☆

لوگ ہمیں اب بھاتے کب ہیں

(حضور والد ماجد علیہ الرحمتہ والرضوان کی یاد میں ایک قطعہ)

رونا ہم کو کب نہیں آتا، رونے سے وہ آتے کب ہیں
یاد کی تم نے خوب سنائی، دل سے بھلاوہ جاتے کب ہیں
عالم و کامل، حسن میں یکتا، فن کے ماہر ، لوگ بہت
چشمِ تصور تیرے صدقے، لوگ ہمیں اب بھاتے کب ہیں

☆☆☆

رہبرِ کامل، مرشدِ اعظم

(حضور والدِ ماجد سرکار احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

رہبرِ کامل ، مرشدِ اعظم حسن میاںؔ پھر یاد آئے
مذہب اور اسلاف کے محرم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

برکاتی گنبد کو دیکھا، ان کا چہرا یاد آیا
ان کا چہرا نورِ مجسم ، حسن میاںؔ پھر یاد آئے

درگاہ و مسجد سے لیکر خانقہ و میہماں خانہ
چوّنؔ سال کی خدمتِ پیہم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

بڑی بڑی آنکھوں میں ان کی شفقت کے دو دریا تھے
ساون کی رم جھم سا تکلم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

ابر چھٹے، ظلمت ہٹ جائے ، تارے نکلیں ، نور بہے
ان کا تبسم ایسا تبسم، حسن میاںؔ پھر یاد آئے

بادۂ حمد و نعت سے ہم کو جیون بھر سرشار رکھا
امرت گھولے ان کا ترنم، حسن میاںؔ پھر یاد آئے

اک گلشن مرے اندر ہے اور اک گلشن مِرے باہر ہے
کہتی ہے یہ قبرِ مکرم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

جگ مگ جگ مگ یاد کے جگنو خیالوں کی انگنائی میں
درد کو چھیڑے پرُوا ہردم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

ان کے پڑوس کا کوئی چولہا ان کے جیتے جی نہ بجھا
ایسے سخی کو یاد کریں ہم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

ان کے ہاتھ پہ بکنے والے پھر نہیں بکتے کسی عوض
نہ سونا، نہ روپیہ، درہم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

یادوں کے آباد جزیرے اپنی سمت بلاتے ہیں
دور بھی ہوائے سختیِ موسم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

ان کے ذکر سے افسردہ کلیاں بھی کھل کر پھول بنیں
پونچھ لے اشرفؔ چشمِ پرنم حسن میاںؔ پھر یاد آئے

☆☆☆

الفت حسنؔ میاں کی

(عرس احسن العلما کے موقع پر منارہ مسجد، بمبئی میں ماہِ اگست ۱۹۹۹ء کو پیش کی)

آنکھوں میں بس گئی ہے صورت حسنؔ میاں کی
دل میں سما گئی ہے الفت حسنؔ میاں کی

اہل سُنن پہ ہر دم رحمت حسنؔ میاں کی
اور دیں کے دشمنوں پر شدت حسنؔ میاں کی

اچھےؔ میاں کی صورت، صورت حسنؔ میاں کی
نوریؔ میاں کی طلعت، رنگت حسنؔ میاں کی

جو دو کرم، سخاوت ، مذہب پہ استقامت
ان تین سے بنی تھی سیرت حسنؔ میاں کی

ہونٹوں پہ وہ تبسم آنکھوں میں وہ محبت
کیسے مرید بھولیں چاہت حسنؔ میاں کی

وہ ماہِ آسماں تھے ، وہ سروِ گلستاں تھے
روشن جبین والی قامت حسنؔ میاں کی

ہونٹوں کا وہ تبسم ، روتوں کو جو ہنسادے
زخموں پہ رکھنا مرہم عادت حسنؔ میاں کی

چھتنا راک شجر تھے ہم سب کے سر کے اوپر
اب کس طرح سے پائیں شفقت حسنؔ میاں کی

علمائے دین و ملت توقیر ان سے پاتے
اور سب مرید پاتے الفت حسنؔ میاں کی

سارے مرید اپنے دل میں یہ سوچتے ہیں
ہم کو ملی ہے زیادہ چاہت حسنؔ میاں کی

حضرت امینؔ و افضلؔ ،نظمیؔ ، نجیبؔ و اشرفؔ
ان سب پہ کس قدر تھی شفقت حسنؔ میاں کی

چہرے کو نم کیا پھر اللہ کو پکارا
سنت کا آئینہ تھی رحلت حسنؔ میاں کی

اللہ اور نبی کے فضل و کرم کے صدقے
ہم سب حسنؔ میاں کے ، جنت حسنؔ میاں کی

قبل از و صال بھی وہ بیٹوں سے کہہ رہے تھے
احمدؔ رضا سے جو تھی الفت حسنؔ میاں کی

فتنوں کو دور رکھنا اور حق پہ جم کے رہنا
مٹی میں مت ملانا محنت حسنؔ میاں کی

اس مردِ بے غرض میں کیا خوبیاں جمع تھیں
اشرفؔ سے کب ہے ممکن مدحت حسنؔ میاں کی

☆☆☆

یادِ حسن

(خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ میں ۱۵/ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۹/جولائی ۱۹۹۹ء

عرسِ احسن العلما کے موقع پر پڑھی گئی)

پھر غرقِ مئے رنج و محن ہونے کو ہے دل
پھر یادِ حسنؔ آئی ہے پھر رونے کو ہے دل

پہلے بھی اسی موقعے پہ دل خون ہوا تھا
پھر آنکھوں سے اشکوں کی جگہ بہنے کو ہے دل

پھر پرُوا نے چھیڑا ہے کوئی درد پرُانا
تجدیدِ جدائی کا ستم سہنے کو ہے دل

ہر سال تری یاد کی شدت میں اضافہ
اس بار تو سینے سے جدا ہونے کو ہے دل

تلقینِ شکیبائی ہجراں کا کروں کیا
کچھ سُننے پہ راضی نہیں، کچھ کہنے کو ہے دل

اُس چہرے کی یادوں نے بھلا رکھا ہے سب کچھ
دیدارِ رخِ یار پہ سب دینے کو ہے دل

تم قبرِ منور سے یہ چادر تو ہٹالو
ہر چاہنے والے کا فدا ہونے کو ہے دل

اشرفؔ سے کہو منقبتیں پڑھتا رہے یوں ہی
ہونٹوں سے نہیں جی سے دعا دینے کو ہے دل

☆☆☆

نازشِ قادریت

(منقبت درشان اقدس حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان بہ طرز سلام)

نازشِ قادریت پہ لاکھوں سلام
زینتِ اہل سنت پہ لاکھوں سلام
علم والوں کی عزت پہ لاکھوں سلام
اپنے چھوٹوں سے شفقت پہ لاکھوں سلام

باپ ماں دونوں زہرا کے گلشن کے پھول
اس معطر نجابت پہ لاکھوں سلام
زیدی القادری، واسطی، قاسمی
ان کی ہر ایک نسبت پہ لاکھوں سلام

ذاتِ سید حسنؔ ، فخرِ کل خانداں
وارثِ شاہ برکت پہ لاکھوں سلام
زیبِ سجادہ شاہِ قاسم میاں
نایبِ شاہِ برکت پہ لاکھوں سلام

عاشقِ شاہِ احمد رضا خاں تھے وہ
شارحِ اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام
فکر و قول و عمل سب میں محتاط تھے
ان کے پاسِ شریعت پہ لاکھوں سلام
حلم و جود و عطا، شکر و صبر و رضا
ان کے طرزِ طریقت پہ لاکھوں سلام
انکساری وطیرہ رہا عمر بھر
ان کی سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام
ماموں، نانا، برادر کے نزدیک ہے
ان کی تربت کی قسمت پہ لاکھوں سلام
نور کا مینھ برستا ہوا قبر پر
اے حسن تیری تربت پہ لاکھوں سلام
سید العلما ، احسن العلما
دائمی اس *رفاقت پہ لاکھوں سلام

نعت کے نخل پر منقبت کا ثمر
شعرِ اشرف کی نُدرت پہ لاکھوں سلام

---

*دونوں بھائیوں کے مزارات بالکل قریب قریب ہیں۔

منارِ قصرِ رضا

(اعلیٰ حضرت کے حاسدین سے خطاب)

منارِ قصرِ رضا تو بلند کافی ہے
تم اُس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دِکھلا دو
فتاویٰ رضوِیّہ تو اِک کرامت ہے
ذرا حدایقِ بخشش ہی پڑھ کے دِکھلا دو

☆☆☆

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ

ہمارے مفتی اعظم ، تمہارے مفتیِ اعظم
بریلی اور مارہرہ کے پیارے مفتیِ اعظم
مشائخ اور ولیوں کے دلارے مفتیِ اعظم
غریبوں، بے کسوں کے تھے سہارے مفتیِ اعظم



وہ بچپن سے ہی اچھے تھے، بزرگوں سے سنا ہم نے
ولیّوں کی نِگہ ان کی ادائیں چوم لیتی تھی
خدا نے جب انہیں پیری عطا کی تب یہ عالم تھا
اجابت بڑھ کے خود ان کی دعائیں چوم لیتی تھی



حافظِ ملت قدس سرہٗ

(عرسِ حافظِ ملت اور جشنِ تقسیم اسناد میں حضرت امینِ ملت اور اس عاصی کی شرکت کے موقع پر)

آج کی رات نہ پوچھو کہ ہے کیسی یہ رات
عرسِ حافظ کا سماں، دل میں امنڈتے جذبات
لے کے سینے میں دعاؤں کی مہکتی سوغات
جشنِ اسناد میں آئے ہیں فقیرِ برکات



حافظِ ملت والدین کہاں اور کہاں میری زباں
منہ کو تسنیم سے دھو آؤں تو ہو ان کا بیاں
چاند اشرفیہ سے کتنے ہی ہوئے ہیں تاباں
اہلِ سنت پہ ہے اس مہر کا کتنا احساں



جشنِ شارح بخاری

شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق قادری برکاتی امجدی
کی شان میں قطعاتِ تہنیت

بہ موقع جشن شارح بخاری، منعقدہ ۲۱ رشوال المکرّم ۱۴۲۰ھ
مطابق ۲۹ رجنوری ۲۰۰۰ء بہ مقام حج ہاؤس ممبئ-۱

صبا بہ ناز و ادا گلستاں میں آئی ہے
کلی کلی چمنِ دل کی مسکرائی ہے
چمن میں لالہ و گل اپنا زر لٹاتے ہیں
کہ آج ''شرحِ بخاری'' کی رونمائی ہے

خدمتِ دینِ حق ، جذبۂ بے ریا
تقوی و دانش و علمِ دینِ ہدیٰ
الفتِ شاہِ برکاتؔ ، عشقِ رضا
یہ بہم جب ہوئے تب یہ مفتی بنا

دنیوی مرحلہ، مسئلہ دین کا
جس نے جس وقت پوچھا بتا کردیا
اپنے استاد و مرشد کی شاگردی کا
حق یہ ہے حقؔ نے سب حق ادا کردیا

مذہب اعظم، مشرب اعظم اور مسکن بھی اعظم ہے
ان کا قلم بھی طاقتور ہے، ان کا فن بھی اعظم ہے
مفتی شریف الحقؔ صاحب کے سارے حوالے ارفع ہیں
چاہنے والا ان کا سوادِ اہلِ سُنَن بھی اعظم ہے

صدرِ شریعتؔ ، حافظ ملتؔ، احسن العلمؔا ، مفتیِ اعظمؔ
سارے بڑوں کو ہم نے اِن پر خوب ہی مائل دیکھا ہے
فیضِ طریقت، فیضِ شریعت ان سے کیوں نہ جاری ہو
حبِ نبی میں ہم نے ہمیشہ ان کو گھائل دیکھا ہے
''شرحِ بخاری'' لکھ کر ان کو سیرت پر بھی لِکھنا ہے
اسّی سال کے جسم میں ہم نے ایک جواں دل دیکھا ہے

☆☆☆

سہرا

(بطرز جدید)

بموقع شادی خانہ آبادی برادرِ محترم پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی

(منعقدہ : ۸ر ربیع الاول شریف ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۴ر دسمبر ۱۹۸۳ء بہ مقام الٰہ آباد)

افق نے اس بار شوخیوں کی
تمام پچھلی روایتوں کو
بڑے سلیقے سے اک نیا روپ دے دیا ہے
ربیع الاول کا چاند چمکا
تو ہم یہ سمجھے کہ عید آئی
ربیع الاول تو عید ہے ہی
مگر یہ اس بار ہی ہوا ہے
کہ عید، عیدین بن گئی ہے
مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے

افق کو اس بات کی خبر تھی
کہ اس مہینے میں
میرے بھائی کے چاند ماتھے پہ پھول کھلنا لکھا ہوا ہے
تبھی تو یہ شوخیاں دکھائیں!
قصیدۂ لامیہ تو بہتوں کو یاد ہو گا
کہ سمتِ کاشی سے اُٹھ کے بادل
گیا تھا متھرا کی سمت پہلے
اِدھر سے کاندھوں پہ آبِ گنگا اُٹھا کے بادل اُدھر گیا تھا
تمہاری دھرتی سے اُٹھ کے بادل ہمارے گھر کی طرف گیا تھا
پَر اِس دفعہ قصّہ ٔ دگر ہے
کہ ہم برج کی قدیم دھرتی سے
اِس نگر کی طرف بڑھے ہیں
جہاں پہ جمنا کا صاف پانی
وسیع گنگا کی گود میں آ کے مل گیا ہے

اور اِن کی موجیں رواں دواں ہیں
خلیجِ بنگال تک رواں ہیں
خلیجِ بنگال آگے بڑھ کر
عرب کے ساگر سے مل گیا ہے
عرب- جو اِن کا بھی واسطہ ہے
عرب- جو اپنا بھی واسطہ ہے
یہ واسطے آج مِل گئے ہیں
دلیل یہ ہے کہ اس گواہی میں
میرے بھائی امین پیارے کے چاند ماتھے پہ
پھول ہی پھول کھل گئے ہیں!!
اگرچہ وہ اس جگہ نہیں ہیں
مگر میں محسوس کر رہا ہوں
اور اپنے دادا کے نور چہرے پہ اک نیا رنگ پا رہا ہوں
کہ آج خوشیاں بھی ہاتھ پھیلائے ان سے کچھ قرض مانگتی ہیں

میں اپنے پاپا اور اپنی امی کی سرخوشی تم کو کیا بتاؤں
کہ اُس خوشی کے بدن پہ لفظوں کا پیرہن چست ہو گیا ہے
عزیز سارے، رفیق سارے، ہمارے بھائی بہن پیارے
مبارکیں دل میں گا رہے ہیں
تم اپنی آنکھوں سے خود ہی دیکھو
کہ جب سے سر پہ چڑھا لیا ہے
تو پھول بھی مسکرا رہے ہیں!
خوشی کا یہ پہلا واقعہ ہے
اِدھر بھی یہ پہلا واقعہ ہے
اُدھر بھی یہ پہلا واقعہ ہے
خدا کرے سب کو ہو مبارک
خدائے برتر عظیم ہے تو
کہ تو نے خورشید کو چمک دے کے ساری دنیا کو جگمگایا
کہ تو نے تاروں کو روشنی دی فلک کی محراب پر سجایا

اور آسماں کی دلہن کے ماتھے پہ جھومر اک چاند کا لگایا
زمیں کے سینے پہ سبزہ زاروں کا تونے بستر حسیں لگایا
تو ایسا داتا کہ آج تونے خوشی کا یہ دن ہمیں دکھایا
اسی خدا کے بزار میں اب دعا کا سکہ چلا رہا ہوں
رسول کی ماں کا نام لے کر ہمارے گھر کوئی آرہا ہے*
رسولِ اکرم کا واسطہ دے کے آج تجھ سے یہ مانگتا ہوں
کہ میرے بھائی کے گھر کی چھت پر مسرتوں کے پرند چہکیں
اور ان کی بگیہ کے گوشے گوشے میں پھول خوشیوں کے خوب مہکیں
عروس ونوشہ مسرتوں کے خزانے ہر سمت سے اٹھائیں
وفا کی چوکھٹ پہ اے خدا یہ دیے خوشی کے سدا جلائیں
غموں کے سائے کسی طرف سے تمہارے جیون میں آنہ پائیں
سکھوں کے پنچھی تمہاری بگیا کی ڈالی ڈالی پہ چہچہائیں
بہار کے اولین نغمے تمہارے آنگن میں گنگنائیں
سنہرے رتھ پر حسین خوابوں کے قافلے آکے مسکرائیں

* بھابھی محترمہ کا نام آمنہ خاتون ہے۔

کہ بھائی بھابھی کی زندگی کو زمانے بھر کی خوشی عطا کر
میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں مالک جو مانگتا ہوں وہی عطا کر
خبیر تو ہے، تجھے خبر ہے، میں کیا بتاؤں سبھی عطا کر
خدائے برتر ہمارے دادا کی زندگی کو طویل کر دے
خدائے برتر ہمارے پاپا کی عمر میں برکتیں عطا کر
خدائے برتر تو ان کے سایے کو ان کے بچوں کے ساتھ رکھنا
رسولِ اکرم کا واسطہ ہے کہ اُن کا سایہ بنائے رکھنا
اور اُن کے دستِ شفیق کو تو ہمارے سر سے جدا نہ کرنا
ہماری امی کی مامتا کی تجھے خبر ہے میں کیا بتاؤں
تو اس ہری بھری مامتا کو مالک کبھی بھی ہم سے خفا نہ کرنا
ہماری امی رہیں سلامت فرشتو! تم بھی دعائیں کرنا
یہ رات کا دل نشیں سماں ہے، فرشتے ہیں منتظر دعا کے
اسی لئے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعائے آخر یہ کر رہا ہوں

کہ سارے عالم کے سارے لوگوں کی سب امنگوں کو پورا کردے
جو تجھ سے کچھ مانگتے میں جھجکیں تو ان کی جھولی بھی آج بھر دے
لبِ دعا تشنگی سے تر ہے مِرے خدا اِس کو سیر کردے
عظیم ہے تو عطا کرے گا یہ میرا دعویٰ بھی ہے دعا بھی
کریم ہے تو کرم کرے گا یہ میرا دعویٰ بھی ہے دعا بھی
رحیم ہے ہم پہ رحم ہوگا یہ میرا دعویٰ بھی ہے دعا بھی
دعا کریں آؤ مل کے سارے
فلک پہ جب تک رہیں ستارے
زمیں پہ جب تک رہیں نظارے
نئے نویلے یہ پیارے پیارے
بہم رہیں بَس یہ وارے وارے
یہی پکاریں خوشی کے مارے
کہ ''تم ہمارے ہو، ہم تمہارے''

☆☆☆

ہمشیرہ عزیزہ ہمراہ سید آفتاب احمد نقوی
کی رخصتی

خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

اسی نے خورشید کو چمک دے کے ساری دنیا کو جگمگا یا
اسی نے تاروں کو روشنی دی، فلک کی محراب پر سجایا
اور آسماں کی دُلہن کے ماتھے پہ جھومر اک چاند کا لگایا
روپہلے بادل کے آنچلوں سے عروسِ گیتی کا رُخ سجایا
زمیں کے سینے پہ سبزہ زاروں کا جس نے بستر حسیں لگایا

اسی خدائے جمیل کی بارگاہ میں سر جھکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

وہ جس نے دریا کو دی روانی، پہاڑ کو جس نے دی صلابت
وہ جس نے نیلے سمندروں کے اتھاہ پانی کو دی ہے وسعت
وہ جس نے ماؤں کو مامتا دی، وہ جس نے باپوں کو دی ہے شفقت
وہ جس نے دشمن کو دی عداوت تو دوستوں کو ادائے الفت
امیر کو جس نے دی امارت، غریب کو جس نے دی قناعت

اُسی خدائے غنی کی سرکار میں یہ نغمے سنا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

وہ جس نے سرکار مصطفیٰ کو رسولِ آخر کی شکل بھیجا
سراپا رحمت، وہ پیاری صورت کسی نے جس کا نہ بھید سمجھا
زمیں پہ جِس کو رسول کر کے زمین کا مرتبہ بڑھایا
زمین وہ جس پہ ہے مدینہ کہ جس پہ جنت کو رشک آیا
وہ جس نے میرے رسولِ اُمّی کو علمِ غارِ حرا سکھایا

اسی خدائے علیم کی بارگاہ میں سرجھکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

عرب کے ہم بھی پرانے باسی، عرب کے تم بھی پرانے باسی
جہاں پہ دختر کشی کی رسموں پہ فخر کرنا بھی اک ادا تھی
جو اپنی بیٹی کے پیدا ہوتے ہی تارِانفاس کاٹ دیتے
غرور کرتے کہ ہم نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو روند ڈالا
نوید دیتے کہ ہم نے بچی کو پیدا ہوئے ہی مارڈالا
عجب جہالت کا ماجرا تھا عجیب ظلمت کا سامنا تھا
تبھی اندھیروں کی چادریں چاک کر کے واں ایک نور آیا
وہ جس نے ایسی تمام رسموں، سبھی رواجوں کو توڑ ڈالا
وہ جس نے اخلاق بھی سکھائے، وہ جس نے اسلام بھی سکھایا
وہ جس نے آداب بھی بتائے، وہ جس نے پیغام بھی سنایا
زباں کی تلقین بھی بہت تھی، مگر عمل کر کے بھی دکھایا
وہ جس نے اُمِّ حسنؑ کو چاہت کے وہ خزانے عطا کیے تھے
کہ آج بیٹی سے پیار کرنا بھی ایک سنت کا مرتبہ ہے
وہ میری ماں فاطمہؑ کا باوا ، وہ میرا آقا ، تمہارا آقا

اسی کے رب نے دیا یہ لمحہ کہ آج رخصت سنا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

کہاں ہیں موانی کہاں ہیں نوشہ کی ماں کدھر ہیں
کہ اب سے سینتیس سال پہلے کا واقعہ ان کو یاد ہوگا
ہمارے مرشد کی رہبری میں یہاں سے اک قافلہ چلا تھا
ہمارے مرشد، ہمارے دادا، ہماری ننھیال کو گئے تھے
ہماری پھوپھیاں ، ہمارے تایا، ہمارے چاچا سبھی گئے تھے
ہمارے پاپا، ہمارے نانا کی نیک دختر بیاہ کے لائے
ہمارے پیارے شفیق پاپا کے دکھ کی ساتھی، خوشی کی ساتھی
کہ جس نے غیروں کو ایسے چاہا، ہے آج تک جس پہ سب کو حیرت
ہماری پھوپھیاں، ہماری تائی گواہ ہیں ان سے لو شہادت
ہماری ماں جن کی برکتوں سے یہ گھر ہمارے لیے ہے جنت
تمہارے گھر سے ہی لے کے آئے تھے میرے گھر والے ایسی نعمت
یہ ایسی نعمت کہ آج تک ہم چکا نہ پائے تھے جس کی قیمت
نجیبؔ و افضلؔ کی پیاری خواہر ، برادر اشرفؔ کی جاں برابر
امینؔ کی اس بہن کو دے کر، تمہیں یہ دُرِ ثمین دے کر

جو مجھ پہ واجب تھا اتنے دن سے وہ سارا قرضا چکا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

اگر چہ میں عمر میں تو کم ہوں مگر میں رشتے میں اب بڑا ہوں
اسی لیے اپنے پیارے بہنوئی سے تخاطب بڑھا رہا ہوں
یہ اپنے دادا کی پیاری پوتی ہے، لاڈلی ہے دھیان رکھنا
یہ اپنے تایا کی چھٹویں بیٹی ہے، لاڈلی ہے دھیان رکھنا
یہ اپنے والد ہمارے پاپا کی لاڈلی ہے دھیان رکھنا
یہ اپنی ماں کی بہت چہیتی ہے، لاڈلی ہے دھیان رکھنا
یہ اپنے ماموں کی پیاری بچی ہے، لاڈلی ہے دھیان رکھنا
یہ اپنے چاچا کی پیاری بیٹی ہے، لاڈلی ہے دھیان رکھنا
ہزار ہامتقی شریفوں کی پیرزادن ہے دھیان رکھنا
یہ ماشاء اللہ چار بھیّوں کی چودھر ائن ہے دھیان رکھنا
یہاں پہ آلِ رسولؔ اس کے، وہاں پہ گاما ہیں اس کے بھائی
یہاں پہ افضلؔ نجیبؔ اس کے، وہاں مشیر و صغیرؔ اس کے
حکیم صاحب کے سارے بیٹے ہیں اس بہن کے بڑے برادر
شمیمؔ و راشدؔ، نشاطؔ و شاہد سبھی کی چاہت ملی برابر
امینؔ و اشرف اگر ادھر ہیں، وہاں پہ عارف ہے جاں برابر
وہیں پہ اقبال اس کا بھائی، وہیں پہ اعجاز اس کا بھائی
سنو سنو کون سی بہن ہے، ملا ہے جس کو کمال ایسا

یہاں بھی بھائی جمالؔ ایسا، وہاں بھائی جمالؔ ایسا
تمہاری ماں اس کو اپنی بیٹی بناکے لے جارہی ہیں دیکھو
یہ اپنی موانی کے گھر چلی ہے تم اس بھرو سے کی لاج رکھنا
فرشتے آمین پڑھ رہے ہیں سبھی نے دستِ دعا اُٹھائے
یہ اپنی نندوں سے اتنا پائے کہ اپنی بہنوں کو بھول جائے
وہاں پہ ممتا ملے کچھ ایسی کہ ماں کی دل میں نہ یاد آئے
سلوک ہو دیوروں کا ایسا کہ بھائیوں کا نہ دھیان آئے
یہ اپنے ددھیال میں مگن تھی، یہ اپنے ننھیال میں بھی خوش ہو
اگر چہ اس وقت رو رہی ہے مگر یہ میکے میں خوش رہی ہے
یہ اپنے میکے میں خوش رہی ہے، یہ اپنی سسرال میں بھی خوش ہو
خوشی بھی ایسی جو دائمی ہو
خوشی بھی ایسی جو باہمی ہو
رسولِ اکرم کا واسطہ دے کے اپنے مالک سے مانگتا ہوں
میں اپنے داتا سے مانگتا ہوں کہ میرا داتا بہت بڑا ہے
اسی خدا کے بزار میں یہ دعا کا سکہ چلا رہا ہوں
خدائے برتر کی بارگاہِ عظیم میں سر جھکا رہا ہوں

(۵ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۸۶ء)



